حواشی

۱۔ خطبات بہاولپور، محمد حمید اللہ ص ۱۳۵، پاکستان اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی طبع ثالث ۱۹۹۰ء

۲۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین آمدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ ۴/۲۳۳، ۲۳۵ بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ۔

۳۔ اصول الفقہ، محمد ابوزہرہ ص ۱۹، قاہرہ، دار الفکر العربی ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۷ء۔

۴۔ اصول الفقہ، شیخ محمد الخضری متوفی ۱۳۴۶ھ ص ۷، قاھرہ، دار الحدیث سنہ ندارد۔

۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین امدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، ۱/۱۰ بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ۔

۶۔ حوالہ سابق ۱/ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔

۷۔ المنخول من تعلیقات الاصول، ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ ص ۳۸ ومابعدہ، دمشق دار الفکر ۱۴۰۰ھ۔ ارشاد الفحول، امام الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ ۱/۱۵۹۔ ۱۶۴، المتقصد الثانی فی السنۃ، البحث الثالث فی عظمت الانبیاء، تحقیق شعبان محمد اسماعیل، دار الکتبی سنہ ندارد۔

۸۔ تحریر الرسائل، مرتضی گیلانی (مولد ۱۲۹۵ھ۔ ۱۹۱۶ھ) ص ۱۲۰، طہران مطبو عاتی عطائی ۱۳۷۷ھ۔

۹۔ مقدمہ المنخول من تعلیقات الاصول للغزالی، محمد حسن ھیتو ص ۷ دمشق دار الفکر طبع ثانی ۱۴۰۰ھ۔

۱۰۔ طبقات الشافعیہ الکبری، تاج الدین السبکی متوفی ۷۷۱ھ، قاھرہ دار احیاء الکتب العربیہ۔

۱۱۔ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ ۲/ ۱۶۷ مصر مطبعہ المیمنیہ احمد البابی الحلبی ۱۳۱۰ھ۔

۱۲۔ مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمٰن ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ ص ۴۵۵، بغداد مکتبہ المثنی سنہ ندارد۔

۱۳۔ اصول الفقہ، محمد ابوزھرہ ص ۲۱، قاہرہ دار الفکر العربی ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۷ء۔

۱۴۔ علم اصول الفقہ، عبدالوہاب خلاف متوفی ۱۳۷۵ھ ص ۱۸، کویت دار القلم طبعہ عشرون ۱۳۶۱ھ

۱۵۔ احسن الحواشی علی اصول الشاشی ص ۱۰ حاشیہ ۳ ملتان مکتبہ امدادیہ سنہ ند۔

۱۶۔ اصول الشاشی، نظام الدین الشاشی ص ۱۰، ملتان مکتبہ امدادیہ سنہ ندارد۔

۱۷۔ حوالہ سابق۔

۱۸۔ مزیل الغواشی شرح اصول الشاشی، حکیم نجم الغنی رامپوری متوفی ۱۹۳۲ء ص ۵۱، کراچی میر محمد کتب خانہ سنہ ندارد۔

۱۹۔ اصول الفقہ، محمد ابوزھرہ ص ۲۲۔ ۲۳، قاہرہ دار الفکر العربی ۱۴۱۷ھ۔

۲۰۔ حوالہ سابق ص ۲۴۔

۲۱۔ جمع الجوامع، تاج الدین عبدالوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ، ۱/ ۲۵ بمبئی اصح المطابع سنہ ندارد۔

۲۲۔ مفتاح السعادہ، مولی احمد بن مصطفیٰ المعروف طاش کبری زادہ متوفی ۹۶۴ھ، ۲۰/ ۵۳۔ ۶۲، حیدر آباد دکن، مطبعہ دائرہ المعارف العثمانیہ ۱۳۵۶ھ۔

☆ **الضرر لا یزال بالضرر** ☆ **نقصان کا ازالہ نقصان سے نہیں کیا جائے گا** ☆

ذاکر نائیک: جمہوریت پر استدلال: حقیقت، اثرات، نتائج

محمد ظفر اقبال

نائیک صاحب نے ووٹ کے حق اور مغربی جمہوریت کو اسلام سے ثابت کرنے کے لیے قرآن کی آیت (۱۲:۶۰) کا سہارا لیا تھا جو درست نہیں۔کیا جمہوریت مشاورت، اصلاح، خیر خواہی، نصیحت، کا مترادف و متبادل ہے؟اس بحث کا جائزہ لینے کے لیے ہم قرآن پر دوبارہ نظر ڈالتے ہیں دیکھیے:

کیا مشاورت اور جمہوریت ایک ہی ہیں:

قرآن میں مشاورت کا لفظ صرف تین جگہ استعمال ہوا ہے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (۳:۱۵۹)، وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (۴۲:۳۸)، وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۲:۲۳۳)اور آپ دین کے کام میں ان کو شریک مشورہ رکھیں (۳:۱۵۹)اپنے معاملات آپس کے مشورے سے طے کرتے ہیں (۴۲:۳۸) رضاعت کے معاملے میں میاں بیوی کے اختلاف آپس کی رضامندی اور مشاورت سے حل کرنے کا ذکر ہے(۲:۲۳۳)افہام و تفہیم کے لیے مشاورت کی ایک اور قسم کا ذکر سورۂ نساء(۴:۳۵)میں ہے جب میاں بیوی کے معاملات میں اختلاف ختم نہ ہوں تو دونوں کی جانب سے ایک ایک ثالث مقرر کرنے کا حکم دیا گیا اور اگر ثالث اصلاح کے خواہش مند ہوں گے تو تبادلہ خیالات، مشورے سے دونوں فریقین کے درمیان ہم آہنگی پیدا کردیں گے: وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا

فَابۡعَثُوۡا حَکَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَ حَکَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا اِنۡ یُّرِیۡدَاۤ اِصۡلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیۡنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیۡمًا خَبِیۡرًا (۴:۳۵) نائیک صاحب کا جمہوریت پر استدلال: حقیقت، اثرات اور نتائج اب اس تمام عمل کو جس میں اختلافات، تنقید، مشورہ اور اصلاح موجود ہے اسے کیا جمہوری مشاورتی عمل کہا جا سکتا ہے؟ آپس میں مشورہ ازل سے ہو رہا ہے اور ابد تک ہوتا رہے گا۔ یہ ایک بدیہی، فطری اور ازلی ضرورت ہے اس کا جمہوریت یا مغربی ڈیموکریسی کی جعلی مشاورت سے کوئی تعلق نہیں لیکن جناب نائیک صاحب سورۂ شوریٰ کی آیت: وَالَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمۡ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَهُمۡ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ (شوریٰ:۳۸) سے استدلال کرتے ہیں کہ اسلام میں جمہوریت ہے کیونکہ اللہ نے اس آیت میں اپنے معاملات کو آپس کے مشورے سے چلانے کا حکم دیا ہے''۔ اس آیت سے مغربی جمہوریت نکالتے ہوئے وہ یہ نہیں بتا سکے کہ جمہوریت کی کس قسم کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے؟

جمہوریت: وسیع مفہوم اور تناظر:

اگر اس آیت سے جمہوریت نکالی جا سکتی ہے تو عزیز مصر، برادران یوسف، ملکہ سباء، فرعون کے قصص کے بارے میں نائیک صاحب کیا فرمائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ہزاروں سال پہلے اپنے وزراء، اہل دربار، اہل دانش اور قوم سے مشورہ کرتے تھے، لہٰذا تاریخی طور پر رسالت مآبؐ کی آمد سے پہلے فرعون اور ملکہ سباء جمہوریت کے علمبردار تھے کیوں کہ قرآن اس کی شہادت دیتا ہے۔ خود عہد رسالت کے مشرکین، کفار، اہل کتاب رسول اللہؐ کے خلاف تمام کام آپس کی مشاورت یعنی جمہوریت سے کرتے تھے۔ حضرت یوسفؑ کے سوتیلے بھائیوں نے بھی آپس کی مشاورت سے پہلے حضرت یوسفؑ کے قتل اور بعد میں ترمیم کر کے انھیں اندھے کنویں میں پھینکنے کا جمہوری فیصلہ کیا تھا: اِذۡ قَالُوۡا لَیُوۡسُفُ وَ اَخُوۡهُ اَحَبُّ اِلٰۤی اَبِیۡنَا مِنَّا وَ نَحۡنُ عُصۡبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنِ ۨ ...... اقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ اَوِ اطۡرَحُوۡهُ اَرۡضًا یَّخۡلُ لَکُمۡ وَجۡهُ اَبِیۡکُمۡ وَ تَکُوۡنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ قَوۡمًا صٰلِحِیۡنَ...... قَالُوۡا یٰۤاَبَانَا مَا لَکَ لَا تَاۡمَنَّا عَلٰی یُوۡسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوۡنَ ...... اَرۡسِلۡهُ مَعَنَا غَدًا یَّرۡتَعۡ وَ یَلۡعَبۡ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (یوسف:۸،۹،۱۱،۱۲)۔

عزیز مصر: جمہویت کی پاسداری:

عزیز مصر کے یہاں بھی جمہوریت تھی لہٰذا قمیض کے پھٹنے کے قضیے میں مجرم کے تعین کا فیصلہ

کسی غیر جانبدار شخص کی مشاورت کے ذریعے کیا گیا اور اس کا تقرر عزیز مصر نے کیا حالانکہ وہ بادشاہ تھا اسے چاہیے تھا کہ اپنی بیوی کی جانب سے حضرت یوسفؑ پر دست درازی کا الزام سنتے ہی انھیں قتل کرتا یا ملک بدر کرادیتا کیونکہ جمہوریت پر ایمان رکھنے والے عہد جدید کے جہلاء کا بادشاہت اور ملوکیت کے بارے میں یہی خیال ہے لیکن عزیز مصر نے اعلیٰ ترین جمہوری روایات صبر، تحمل اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے معاملے کا منصف خود بننے کے بجائے، اس ذاتی اور نازک ترین معاملے کا فیصلہ خود کرنے کے بجائے دوسرے منصف کی شہادت اور مشاورت سے کیا: قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِيْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ...... وَ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ...... فَلَمَّا رَاٰقَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ...... يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَ اسْتَغْفِرِيْ لِذَنْبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِيْنَ (یوسف: ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹) اس سے معلوم ہوا کہ کوئی آدمی اپنے معاملے کا منصف خود نہیں ہوسکتا جب کوئی شخص خود کسی معاملے کا فریق بن جائے تو وہ اس معاملے کا فیصلہ خود نہیں کرسکتا سوائے پیغمبرؑ کے اس لیے کہ وہ اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں اور اپنے نفس سے کچھ نہیں بولتے عصمت انبیاء اسی کا نام ہے۔ اسی لیے میاں بیوی کے تنازعے میں حکم دیا گیا کہ دونوں فریق ایک ایک حکم مقرر کریں: وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا (۴:۳۵) اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکالے گا۔

عزیز مصر نے مشورے سے حضرت یوسفؑ کو پاکیزہ ہونے کے باوجود قید رکھا: ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ (یوسف: ۳۵)

فرعون: ''جمہوری اقدار'' کا پاس ولحاظ:

فرعون نے بھی حضرت موسیٰؑ کے سلسلے میں کوئی انتہائی قدم اٹھانے سے پہلے جمہوری عمل کے ذریعے مشاورت کرکے جمہوری اقدام کیا، یہ فرعون وہ شخص ہے جو نہایت عالی درجہ کے متکبرین میں تھا، قرآن نے فرعون اور شیطان کے لیے لفظ ''عالی'' استعمال کیا ہے: اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ (۲۳:۴۶)، قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ

اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ (۳۸:۷۵)، مِنْ فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ (۴۴:۳۱)، فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ (۱۰:۸۳) فرعون کے تکبر کا عالم یہ تھا کہ ''فرعون نے کہا اے اہل دربار! میں تو اپنے سوا تمھارے کسی خدا کو نہیں جانتا، ہامان ذرا اینٹیں پکوا کر میرے لیے ایک اونچی عمارت تو بنوا شاید کہ اس پر چڑھ کر میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں (۲۸:۳۸)

سرداران بنی اسرائیل: ''جمہوریت'' پر عمل:

ملاء بنی اسرائیل (سرداران) بھی اپنے نبی سے اوران کے نبی ان سے مشورہ کرتے تھے، بحث ومباحثہ کرتے تھے یہ امتی اپنے انبیاؑء پر اعتراض بھی کرتے تھے: اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا قَالُوْا وَ مَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ اَبْنَآئِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ م بِالظّٰلِمِيْنَ ...... وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ وَ اللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۲:۲۴۶،۲۴۷) ثمود کے سردار کم زور طبقے کے اہل ایمان سے تبادلہ خیالات کرتے تھے: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (۷:۷۵) حضرت شعیبؑ کی قوم کے سرداران بھی آپس میں مشورے کرتے تھے: وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (۷:۹۰) حضرت شعیبؑ سے مذاکرات کرتے تھے: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِىْ مِلَّتِنَا قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ (۷:۸۸) فرعون کے سردار بھی اسے مشورے دیتے تھے: قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ......وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى

الْاَرْضِ وَ یَذَرَکَ وَ اٰلِھَتَکَ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَ ھُمْ وَ نَسْتَحْیٖ نِسَآءَ ھُمْ وَ اِنَّا فَوْقَھُمْ قٰھِرُوْنَ (۷:۱۰۹،۱۲۷) حضرت نوحؑ کی قوم کے سردار بھی ان سے مباحثے کرتے تھے: فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ مَا نَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ ھُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ وَ مَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ م بَلْ نَظُنُّکُمْ کٰذِبِیْنَ ......قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَکْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (۱۱:۲۷،۳۲)، مَثَلُ الْفَرِیْقَیْنِ کَالْاَعْمٰی وَ الْاَصَمِّ وَ الْبَصِیْرِ وَ السَّمِیْعِ ھَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ...... وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (۱۱:۲۴،۲۵)

حضرت سلیمان: ''جمہوری رویہ'':

حضرت سلیمانؑ جیسے پیغمبر بھی ہدہد جیسے حقیر جانور کے علم ومعلومات سے مستفید ہوتے تھے اور اس کے مشورے پر عمل کرتے تھے: فَمَکَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ وَجِئْتُکَ مِنْ سَبَاٍ م بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ......اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَۃً تَمْلِکُھُمْ وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ وَّلَھَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ......وَجَدْتُّھَا وَقَوْمَھَا یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ فَصَدَّھُمْ عَنِ السَّبِیْلِ فَھُمْ لَا یَھْتَدُوْنَ (۲۷:۲۲ تا ۲۴)

حضرت ابراہیمؑ: نار نمرود میں ڈالے جانے کا ''جمہوری فیصلہ'':

حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکنے کا فیصلہ بھی جمہوری طریقے سے ہوا: قَالُوا ابْنُوْا لَہٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْہُ فِی الْجَحِیْمِ (۳۷:۹۷)

قوم حضرت صالحؑ اور ''جمہوری عمل'':

حضرت صالحؑ کی قوم کے نو سردار بھی آپس کے مشورے سے حضرت صالح کو قتل کرنا چاہتے تھے: قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰہِ لَنُبَیِّتَنَّہٗ وَاَھْلَہٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّہٖ مَا شَھِدْنَا مَھْلِکَ اَھْلِہٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (۲۷:۴۹) بلکہ نعوذ باللہ، جدیدیت پسند یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح جمہوریت میں بحث و مباحثہ ومجادلہ، جھگڑا، کٹ حجتی پارلیمان میں ہوتا ہے یہ اصل میں یوم ازل کا قصہ ہے جب ملاء اعلیٰ میں

فرشتوں سے مباحثہ ومجادلہ ہورہا تھا: مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ م بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ (۳۸:۶۹) روزازل اللہ تعالیٰ اور فرشتے بھی مباحثے میں مصروف تھے اسی لیے جمہوری مباحثے قرآن کی نص سے ثابت ہوتے ہیں اور جمہوریت اور جمہوری نظام کا آغاز اللہ تعالیٰ نے خود بحث ومباحثے کی آزادی سے فرمایا ہے لہٰذا تخلیق آدمؑ سے متعلق آیات جہاں فرشتوں شیطان اور اللہ رب العزت کی گفتگو کا ذکر ہے وہ اس کا ثبوت ہے لہٰذا آزادی اظہار رائے کا فلسفہ اور ہر کسی پر تنقید کی آزادی قرآن سے ثابت ہے حتی کہ اللہ پر بھی تنقید کی آزادی ہے (نعوذ باللہ) قرآن اسی مطلق آزادی اظہار کے لیے نازل کیا گیا ہے): قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ ...... قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ...... قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ...... وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ...... قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ...... قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ...... إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ...... قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ...... إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (۳۸:۷۵تا۸۳) تخلیق آدمؑ کے وقت بھی اللہ تعالیٰ فرشتوں سے مکالمہ فرمارہے تھے لہٰذا جمہوری مکالمے بھی نص سے ثابت ہوگئے۔ اور روز ازل فرشتوں اور شیطان کے اللہ تعالیٰ سے مکالمات کی روشنی میں دنیا کی پہلی حزب اقتدار اور حزب اختلاف کا وجود بھی ثابت ہوگیا۔

حشر وجہنم میں بھی ''جمہوریت'' پر عمل درآمد:

بلکہ نص سے معلوم ہوتا ہے کہ روز حشر بھی کفار ومشرکین اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جھگڑیں گے، جس طرح پارلیمنٹ میں جمہوری جھگڑے ہوتے ہیں: قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ (۵۰:۲۸)، قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ (۲۶:۹۶) اور اللہ رب العزت فرمائیں گے میرے حضور جھگڑے نہ کرو (۵۰:۲۷، ۲۸)۔ اہل دوزخ میں بھی جمہوری جھگڑے ہوں گے: إِنَّ ذَٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ (۳۸:۶۴) فرعون اپنی قوم کے سرداروں سے مشورہ کرتا تھا: يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ...... قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ...... وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ (۷:۱۱۰،

۱۱۱، ۱۲۷)، يُرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ (۲۶:۳۵)، وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ (۲۸:۲۰) حضرت موسیٰ کی قوم بھی سفر ہجرت میں اپنے نبی سے بحث مباحثہ کرتی تھی: وَ جٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ...... اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۷:۱۳۸، ۱۳۹) عزیز مصر بھی اپنے اہل دربار اور سرداروں سے مشورہ لیتا تھا: یا ایھا الملأ افتونی (۱۲:۴۳) حضرت موسیٰ کے سسرا پنی لڑکیوں سے مشورے کرتے تھے اور ان کے مشورے پر عمل کرتے تھے (۲۸:۲۶، ۲۷)

فرعون: ”جمہوری فیصلے“ کا احترام:

فرعون کے زمانے میں مشاورت اور جمہوریت کا مکمل نظام تھا بلکہ لوگوں کو آزادی اظہار رائے [absolute freedom of expression] کا حق حاصل تھا اس کے درباری فرعون کی کھلم کھلا مخالفت اس کے سامنے کرتے تھے اور فرعون کے دشمن حضرت موسیٰ کی بھرپور حمایت کرتے تھے اور فرعون سمیت کوئی شخص اس حمایت پر سوائے خاموشی کے کوئی رد عمل تک ظاہر نہیں کرتا تھا، تاریخی طور پر یہ دنیا کی بے مثال جمہوری بادشاہت یا جمہوری آمریت تھی اس کی تفصیل دیکھیے: قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ (الشعراء:۲۵)، وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (الزخرف:۵۱)، وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ (المومن:۲۶)، ......وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ...... وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ (المومن:۲۸، ۳۰)، وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ يَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ (الاعراف:۱۲۷)، قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ

(الشعراء:۳۴)، یُرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ بِسِحْرِہٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ (الشعراء:۳۵)، قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِہٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَکُمْ اِنَّ ھٰذَا لَمَکْرٌ مَّکَرْتُمُوْہُ فِی الْمَدِیْنَۃِ لِتُخْرِجُوْا مِنْھَآ اَھْلَھَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (الاعراف:۱۲۳)،قَالَتْ یٰٓاَیُّھَا الْمَلَؤُا اِنِّیْٓ اُلْقِیَ اِلَیَّ کِتٰبٌ کَرِیْمٌ ......،

فرعون دنیا کی تاریخ کا عاجز ترین بادشاہ تھا جو اپنے ملاحولہ سے پوچھتا تھا: فماذا تامرون (۳۵:۲۶) اب بتاؤ تم کیا حکم دیتے ہو فرعون کی شرافت دیکھیے کہ سورۂ مومن کے مطابق اس نے اپنے ایک درباری کی حضرت موسیٰ کے حق میں تقریر سن کر صرف اتنا کہا" ما اریکم الا ما اری" میں تو تم لوگوں کو وہی رائے دے رہا ہوں جو مجھے مناسب نظر آتی ہے۔ کیا اس سے زیادہ شرافت کا مظاہرہ صدر بش نے افغانستان پر حملے کے وقت کیا تھا؟ عہد حاضر کے فرعون اصل فرعون سے بھی بڑھ کر ہیں۔

جزئیات کی بنیاد پر نتائج اخذ کرنے کے نتائج:

الیکشن، استصواب رائے، منتخب نمائندے، عوام کی نمائندگی کیا قرآن سے ثابت کی جاسکتی ہے؟ یہ مشکل سوال ہے لیکن نائیک صاحب کی معاونت کے لیے ہم یہ مشکل بھی حل کر دیتے ہیں، غالباً نائیک صاحب کو سورۂ اعراف کی آیت ۱۵۵ نظر نہیں آئی جس میں کہا گیا ہے"اور اس (موسیٰ) نے اپنی قوم (بنی اسرائیل) کے ستر آدمیوں کو منتخب کیا تاکہ وہ (اس کے ساتھ) ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر حاضر ہوں: وَ اخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَہٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا فَلَمَّآ اَخَذَتْھُمُ الرَّجْفَۃُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَھْلَکْتَھُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِیَّایَ اَتُھْلِکُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَھَآءُ مِنَّا اِنْ ھِیَ اِلَّا فِتْنَتُکَ تُضِلُّ بِھَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَھْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اَنْتَ وَ لِیُّنَا فَاغْفِرْلَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ (۱۵۵:۷) کوہ سینا پر قوم کے ستر نمائندوں کی طلبی گوسالہ پرستی کے جرم پر معافی مانگنے کے لیے ہوئی تھی، اس آیت سے نائیک صاحب عصر حاضر کے تمام جمہوری نظام کو ثابت کر سکتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبر موسیٰ بہت پہلے جمہوریت کا سبق سنا چکے ہیں، افسوس کہ خلافت اسلامیہ کو پندرہ سو برس تک یہ سبق یاد نہ آیا اب امریکہ قرآن کی اس آیت پر دنیا بھر میں جبراً عمل کرا کر جمہوری حکومتیں قائم کر رہا ہے۔ اور امت مسلمہ کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلا رہا ہے۔

عہد ملکہ سباء: جمہوریت اور فتوے کا ثبوت:

ملکہ سباء بھی جمہوریت کی اعلیٰ اقدار پر ایمان رکھتی تھی اس کی سلطنت میں جمہوریت،

مشاورت، شوری بینھم کا نظام چل رہا تھا۔ حضرت سلیمانؑ نے ہُد ہُد کے ذریعہ اسے خط ارسال کیا تو اس نے درباروالوں سے مشورے کیے: قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ...... قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ (النمل: ۲۹، ۳۲، ۳۳)۔ ذاکر نائیک صاحب نے لفظ افتونی پر غور نہیں کیا ورنہ فتوے کا وجوب قوم سباء کے یہاں ثابت کردیتے اور دنیا کا پہلا دارالافتاء بھی قوم سباء سے ڈھونڈ لاتے اور ثابت کرتے کہ مفتی تو ملکہ سباء کے دربار میں بھی ہوتے تھے جن سے وقت کی ملکہ فتوے پوچھتی تھی، جزئیات سے کلیات اخذ کرنے کے سائنسی طریقے میں اسی طرح کے جاہلانہ نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

سیدہ مریم کی سرپرستی پر مباحثہ: پہلی مذہبی حزب اختلاف:

حضرت مریمؑ کی پیدائش کے بعد ان کی سرپرستی کے لیے ہیکل کے خدام میں بحث ومباحثہ، قرعہ اندازی اور جھگڑا ہورہا تھا۔ جو جمہوریت کی بنیاد ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مریمؑ کے زمانے میں حضرت عیسیٰؑ کی آمد سے بھی پہلے مذہبی جمہوریت میں آزادانہ بحث ومباحثہ ایک دوسرے سے کھلے عام اختلافات کرنے کی آزادی اور جمہوری لڑائی جھگڑے کی آزادی موجود تھی: ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (آل عمران: ۴۴)

عہد اصحاب کہف: دوسری مذہبی حزب اختلاف:

اصحاب کہف کے زمانے کے تین سو سال بعد عیسائیت کے ساتھ ہی دنیا میں دوسری مذہبی جمہوریت [Religious Democracy] آچکی تھی کیونکہ قرآن کے مطابق اصحاب کہف کے غار پر کوئی عمارت بنانے کے لیے مشورہ کرتے ہوئے عیسائیوں کے دو گروہ آپس میں اختلاف بھی کررہے تھے: وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا (الکہف: ۲۱)۔ لہٰذا تاریخ انسانی میں دوسری مذہبی حزب اختلاف کی روایت اس آیت سے نکلتی ہے۔

☆جب حقوق باہم متعارض ہوں تو ان میں جس کا وقت تنگ ہو اسے ترجیح حاصل ہوگی☆

حضرت موسیٰ اور ہارون کا مکالمہ: تیسری مذہبی حزب اختلاف:

تیسری مذہبی حزب اختلاف کی روایت حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰ کے مکالمات سے نکلتی ہے جس میں حضرت موسیٰ طور سے واپسی پر حضرت ہارونؑ پر سخت ناراض ہوئے۔ واضح رہے کہ ہم یہاں مذہبی تہذیبوں میں جمہوریت اور دستوریت کی بحث کررہے ہیں ورنہ غیر مذہبی تہذیبوں یونان وغیرہ میں جمہوریت کا تاریخی ثبوت موجود ہے لیکن یہ جس قسم کی جمہوریت تھی اس کا جدید مغربی جمہوریت سے دور دور کا واسطہ نہیں۔ ذاکر نائیک صاحب آزادی اظہار رائے اور جمہوری طرز حیات کی تلاش کرتے کرتے سورہ توبہ کی بعض آیات تک نہیں پہنچ سکے ورنہ وہ خیر القرون میں (نعوذ باللہ) تنقید کی آزادی، جمہوری رویے اور بے مثال جمہوری عمل کے طور پر ان آیات کو پیش فرمادیتے: وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّلۡمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنۡ اُعۡطُوۡا مِنۡهَا رَضُوۡا وَ اِنۡ لَّمۡ یُعۡطَوۡا مِنۡهَاۤ اِذَا هُمۡ یَسۡخَطُوۡنَ (۵۸:۹)، وَ مِنۡهُمُ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ النَّبِیَّ وَ یَقُوۡلُوۡنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلۡ اُذُنُ خَیۡرٍ لَّكُمۡ یُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَ یُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ رَحۡمَةٌ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ؕ وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ (۶۱:۹) ترجمہ: اے نبیؐ ان میں سے بعض لوگ صدقات کی تقسیم میں آپ پر اعتراضات کرتے ہیں اگر اس مال میں سے انہیں کچھ دے دیا جائے تو خوش ہوجائیں اور نہ دیا جائے تو بگڑنے لگتے ہیں (۵۸:۹) ان میں سے کچھ لوگ ہیں جو اپنی باتوں سے نبی کو دکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص کانوں کا کچا ہے (نعوذ باللہ) کہو وہ تمھاری بھلائی کے لیے ایسا ہے (۶۱:۹) وہ سورہ البقرہ سے ثابت کرسکتے ہیں کہ، نعوذ باللہ، لوگ رسول اللہ کو راعنا طنزاً کہتے تھے تب بھی ان کو کوئی سزا نہ دی گئی بس یہ کہہ دیا گیا کہ آئندہ یہ لفظ استعمال نہ کرنا اسے متروک کردو بلکہ اب انظرنا کہنا قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے روادار [tolerant] تھے (۱۰۴:۲) وہ سورۂ نساء سے عہد نبوت میں درگزر، جمہوریت اور آزادی اظہار رائے کے کافرانہ فلسفے کو ثابت کرسکتے ہیں: مِنَ الَّذِیۡنَ هَادُوۡا یُحَرِّفُوۡنَ الۡكَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ وَ یَقُوۡلُوۡنَ سَمِعۡنَا وَ عَصَیۡنَا وَ اسۡمَعۡ غَیۡرَ مُسۡمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَیًّۢا بِاَلۡسِنَتِهِمۡ وَ طَعۡنًا فِی الدِّیۡنِ ؕ وَ لَوۡ اَنَّهُمۡ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا وَ اسۡمَعۡ وَ انۡظُرۡنَا لَكَانَ خَیۡرًا لَّهُمۡ وَ اَقۡوَمَ ۙ وَ لٰكِنۡ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفۡرِهِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِیۡلًا (۴۶:۴)۔ اور اس پر یہ دلیل دے سکتے ہیں کہ قرآن حکیم نے اس رویے کے باوجود صرف اس تنبیہہ پر اکتفا کیا" حالانکہ اگر وہ کہتے: سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا اور اسۡمَعۡ اور

اُنظُرنَا تو یہ انہی کے لیے بہتر تھا اور زیادہ راست بازی کا طریقہ تھا(۴:۴۶)۔اگر قرآن سے لنگڑی لولی جمہوریت ثابت کرنا ہو تو نائیک صاحب ان تمام آیات کو بھی پیش نظر رکھیں ان سے،نعوذ باللہ،مشاورت، اختلاف رائے اور جمہوریت ثابت ہوجاتی ہے۔اگر اس طریقے سے قرآن کی آیات سے کوئی اصول اخذ کرنا درست ہوجائے تو نائیک صاحب قرآن کی آیت(۳۹:۲۰)سے ملٹی اسٹوری بلڈنگ کا ثبوت بھی پیش کرسکتے ہیں اور دنیا کو بتاسکتے ہیں کہ جدید مغرب نے ملٹی اسٹوری بلڈنگ کا تصور قرآن سے لیا ہے: لٰکِنِ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّھُمۡ لَھُمۡ غُرَفٌ مِّنۡ فَوۡقِھَا غُرَفٌ مَّبۡنِیَّۃٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ وَعۡدَ اللّٰہِ لَا یُخۡلِفُ اللّٰہُ الۡمِیۡعَادَ (۳۹:۲۰) ترجمہ:البتہ جو لوگ اپنے رب سے ڈر کر رہے ان کے لیے بلند عمارتیں ہیں منزل پر منزل بنی ہوئی ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔بلند عمارتوں کا مضمون قرآن میں ۲۵:۷۵، ۲۹:۵۸، ۳۴:۳۷ میں بھی بیان ہوا ہے۔اسی طریقے سے نائیک صاحب یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَھَا(۹۹:۴)اس آیت سے اخبارات کی تاریخ قرن اول کی بنیادوں میں تلاش کرسکتے ہیں اور جدید صنعت اخبار کو اس آیت کا مادی ثمر ومظہر کہہ سکتے ہیں جو مغرب پر القاء ہوا اور امت مسلمہ اس سے محروم رہی۔

حضرت یوسف علیہ السلام: ذخیرہ اندوزی کے موجد:

جناب ذاکر نائیک صاحب کو سورۂ یوسف میں علم ذخیرہ اندوزی، اور علم حفاظت اجناس [Science of Storage and Preservation] کے اسباق نظر نہیں آئے ورنہ وہ فوراً یہ دعویٰ کردیتے کہ ذخیرہ اندوزی، گوداموں اور علم حفاظت اجناس کے موجد حضرت یوسفؑ تھے،اس سے پہلے ذخیرہ اندوزی کے علم سے دنیا ناواقف تھی اور اس کی دلیل سورۂ یوسف سے لے آتے جہاں حضرت یوسفؑ نے شاہ مصر کے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے اس علم کے اصولوں سے آگاہ فرمایا ہے۔

حضرت یوسفؑ کے پاس وہ فرستادہ آیا جس نے بادشاہ مصر کا خواب انھیں سنایا جس کے مطابق ترجمہ''سات بالیں ہری ہیں اور سات سوکھی ہیں''(۱۲:۴۷)

اس کے جواب میں حضرت یوسفؑ نے کہا:''ثُمَّ یَاۡتِیۡ مِنۡ بَعۡدِ ذٰلِکَ سَبۡعٌ شِدَادٌ یَّاۡکُلۡنَ مَا قَدَّمۡتُمۡ لَھُنَّ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّمَّا تُحۡصِنُوۡنَ ...... ثُمَّ یَاۡتِیۡ مِنۡ بَعۡدِ ذٰلِکَ عَامٌ فِیۡہِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیۡہِ یَعۡصِرُوۡنَ (یوسف:ع۴۸، ۴۹)ترجمہ:یوسف نے کہا سات برس تک تم لگاتار کھیتی باڑی کرتے رہو گے اس

دوران میں جو فصلیں تم کاٹو ان میں سے بس تھوڑا سا حصہ جو تمھاری خوراک کے کام آئے نکالو اور باقی کو اس کی بالوں میں ہی رہنے دو پھر سات برس بہت سخت آئیں گے اس زمانے میں وہ سب غلہ کھا لیا جائے گا جو تم اس وقت کے لیے جمع کرو گے اگر کچھ بچے گا تو بس وہی جو تم نے محفوظ کر رکھا ہو"۔

ان آیات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عصر حاضر میں کیمیائی مادے استعمال کیے بغیر بھی حضرت یوسفؑ کی بتائی ہوئی سائنس سے خوراک اور اجناس کے ذخائر نہایت فطری طریقے پر محفوظ کیے جا سکتے ہیں حیرت ہے کہ ذاکر نائیک صاحب کو قرآن میں یہ سائنس نظر نہیں آسکی ورنہ ان کی کتاب اسلام اور سائنس میں ایک اور خطبے کا اضافہ ہو جاتا۔

ذاکر نائیک صاحب کس جمہوریت کے حامی ہیں؟

عورتوں کے ووٹ کی آیت اصلاً عورتوں کی بیعت سے متعلق ہے اس کا جمہوریت، الیکشن، ووٹ سے کوئی تعلق نہیں۔ بیعت ایک مذہبی فریضہ ہے، بیعت کرنے والا اپنے آپ کو اپنے نفس، جان، ضمیر، جسم اور روح سب کو پیغمبر کے سپرد کر دیتا ہے اس کے احکام پر نہ وہ نقد کر سکتا ہے نہ بیعت فسخ کر سکتا ہے۔ ذاکر نائیک صاحب علم تفسیر اور علوم اسلامی سے ناواقف ہیں لہٰذا وہ اس آیت کا صحیح مفہوم سمجھنے سے قاصر رہے، وہ آج تک اپنے سامعین و قارئین کو یہ نہیں بتا سکے کہ وہ کس جمہوریت کے حامی ہیں۔ جس طرح سانپوں کی ہزاروں قسمیں ہیں اسی طرح جمہوریت کی بھی ہزاروں قسمیں ہیں۔ نائیک صاحب ہمیں یہ بتائیں کہ وہ اسلام میں کس جمہوریت کا عکس دیکھتے ہیں؟ مثلاً وہ یونانی جمہوریت کو مانتے ہیں یا جدید مغربی جمہوریت کو وہ Athenian Democracy کو مانتے ہیں یا Madisonian Democracy کو۔ Popular Democracy کو یا Constitutional Democracy کو۔ Reflective Democracy کو یا inculsive Democracy کو۔ Deliberative Democracy کو یا ورلڈ بینک کی Particpating Democracy کو۔ Iranian Democracy کو یا Russian and Chinese Democracy کو۔ Illiberal Democracy کو یا Liberal Democracy کو۔ Authoritarian Democracy کو یا Social Democracy کو Theocratic Democracy کو یا Limited Democracy کو Rawl's Democracy کو یا Kantian Republicanism کو۔ نائیک صاحب اگر جمہوریت کے حامی ہیں اور اس قدر کہ اسے قرآن کی آیات سے ثابت کر رہے ہیں تو وہ یہ بھی بتائیں کہ کیا وجہ ہے کہ جمہوریت کی عالمگیریت

کے باوجود تمام مغربی جمہوریتوں میں لوگ جمہوری عمل، جمہوری سیاسی جماعتوں، جمہوری اداروں اور جمہوری انتخابات [Elections] سے مسلسل لاتعلق کیوں ہو رہے ہیں؟ امریکہ، جاپان مغرب، مغربی یوروپ اور دنیا کے تقریباً ہر ملک میں انتخابات میں ووٹ ڈالنے والوں کی تعداد کیوں مسلسل کم ہو رہی ہے؟ جنھوں نے جمہوریت ایجاد کی وہ جمہوریت سے لاتعلق ہو رہے ہیں اور جن کا جمہوریت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے وہ خواہ مخواہ جمہوریت کی مدح سرائی میں مصروف ہیں۔ فرید زکریا جیسے جمہوریت کے حامی لکھ رہے ہیں کہ:

Democratic renewal requires not more but less Democratic participation.[1]

نائیک صاحب اس بات سے بھی واقف نہیں کہ دستوری جمہوریت کا اصل ماخذ Madisonian Democracy ہے، امریکی مفکر Madision کے مضامین جو فیڈرلسٹ پیپر [Federalist Papers] کا حصہ ہیں انھیں دیکھ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جمہوریت کا سرمایہ داری [Globalization of Capital] کے تحفظ، غلبے اور عالمگیریت سے براہ راست تعلق ہے اس کا اصل وظیفہ، مقصد، ہدف اور منزل صرف اور صرف Rule of the Law of Capital ہے۔ اور جمہوری عمل کا مقصد سرمایہ دارانہ اقلیت [Capitalist minority] کے ساتھ ساتھ سرمایہ دارانہ عقلیت [Capitalist Rationality] آزادی [Freedom]، مساوات [Equality]، ترقی [Development] کا تحفظ اور سرمایہ داری کے فروغ کے بنیادی طریقے، ہتھیار، حربے، بنیادی حقوق کی استعماریت کا تسلط [Imposition of human rights Imperialism] بذریعہ جمہوریت [Democracy] ہے، فرید زکریا مدیر نیوز ویک جو صدر بش کی پانچ رکنی مجلس خاص کے رکن تھے لکھتے ہیں کہ:

It is the constitutional rather than the popular element of Democratic order which is essential for securing and sustaining the global hegemony of capital and America.[2]

---

1. Fareed Zakaria, *The Future of Freedom: Illiberal Democracy at Home and Abroad*, W.W. Norton & Co., 2004 Chapter 7.

2. Fareed Zakaria, *The Rise of Illiberal Democracy*, Foreign Affairs Vol. 76 No. 6, pp.21-37.

☆ماابیح للضرورۃ یقدر بقدرھا ☆جو چیز ضرورتاً مباح کی گئی ہو اس کی مقدار کا تعین بھی اسی کے مطابق ہوگا☆

جمہوریت: مقاصد واہداف:

عصرِ حاضر میں جمہوریت کا مقصد سرمایہ دارانہ تعقل [Capitalist Rationality] کے فروغ میں حائل رکاوٹوں کو دور کر کے سرمایہ دارانہ اقلیت [Capitalist minority] کو دستوری و آئینی تحفظات فراہم کر کے ارتکاز سرمایہ [Accumulation of Capital] کے عمل کو جو اپنے حق ہونے کا جواز خود اپنے اندر رکھتا ہے [End itself] زیادہ سے زیادہ تحفظ فراہم کرنا ہے، سرمایہ داری کے تحفظ کے جواز کے لیے اسے کسی دلیل اور خارجی ذریعۂ علم کی ضرورت نہیں ہے لہٰذا جمہوریت اس مابعد الطبیعیات کے ذریعے سرمائے کی عالمگیر گردش [Globalization of Capital] کو ممکن بناتی ہے اور اس عمل میں رکاوٹ پیدا کرنے والی ہر قوت کو [اگر کوئی موجود ہے] ختم کر دینا جمہوریت اور سرمائے کے دفاع کے لیے ضروری ہے لہٰذا دنیا میں جہاں بھی مغرب قتل عام کرتا ہے غلطی سے نہیں کرتا اور اپنے اصولوں سے انحراف نہیں کرتا، بنیادی حقوق کے فلسفے کی نفی نہیں کرتا بلکہ بنیادی حقوق کی روح کے عین مطابق کام کرتا ہے کیونکہ بنیادی حقوق صرف اور صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو آزادی کو ایک قدر مطلق [Absolute Value] تسلیم کرتے ہیں اور کسی خارجی ذریعۂ علم سے ہدایت وصول نہیں کرتے، وہ لوگ جو کسی خارجی ذریعہ علم خدا، وحی، رسالت اور روایت سے علم اخذ کرتے ہیں وہ بنیادی حقوق کے فلسفے کے تحت انسان کہلانے کے مستحق ہی نہیں ہوتے۔ ہر وہ شخص جو اپنی آزادی، ارادے، تعقل اور قوت فیصلہ کو کسی بیرونی ذریعے پر منحصر کر دے وہ انسان کہلانے کا مستحق ہی نہیں ہے۔ لہٰذا عراق، افغانستان، پاکستان، سوڈان، صومالیہ، لاطینی امریکہ کے اکثر ممالک میں قتل عام سرمایہ داری کے دفاع کے لیے ہے۔ اس قتل عام کو بنیادی حقوق کی نفی کہنا اور امریکہ کو بنیادی حقوق کا مخالف کہنا محض جہالت ہے اور دنیا کی سوفی صد اسلامی تحریکیں جہالت کے اس اندھیرے سے ابھی تک باہر نہیں آسکیں۔ سرمایہ میں اضافے کی راہ میں حائل قوتوں کے خاتمے کا یہ عمل خواہ سرمایہ دارانہ تعقل کو مقبولِ عام کر کے ممکن ہو، آمروں کی حمایت سے ہو یا جبراً طاقت کے بھرپور استعمال کے ذریعے ہو ان طریقوں سے ہر اس قوت کو ختم کیا جائے جو سرمایہ دارانہ تعقل کی عالمگیریت، غلبے اور نفوذ میں رکاوٹ بنے خواہ وہ مجاہدین ہوں، اسلامی تحریکیں ہوں، لاطینی امریکہ کے کافر، مشرک انقلابی ہوں، کلیسا ہو یا اس کے پادری ہوں، خدا کو ماننے والے ہوں یا ملحد و بے دین ہوں۔ خواہ وہ سیاسی جماعتیں ہوں، عوام ہوں یا کوئی

مضبوط قومی ریاست ہو لہٰذا سرمایہ دارانہ نظام کے تسلط کے باعث اب قومی ریاستیں تحلیل ہو رہی ہیں ان کے عوام اور پارلیمنٹ کی ماضی میں بہ ظاہر جو بھی حیثیت تھی اب وہ نام نہاد حیثیت بھی نہیں رہی ہے، ان کا کام صرف غیر منتخب عالمی استعماری سرمایہ دارانہ اداروں کے مسلط کردہ فیصلوں کی توثیق و تائید اور ترویج و اشاعت رہ گیا ہے۔ جمہوریت جہاں آتی ہے لاکھوں لاشوں کے ملبے پر آتی ہے، برعظیم پاک و ہند کی جمہوری تقسیم کئی لاکھ لاشوں، لاکھوں عصمتوں اور معصوم بچوں کے لہو سے طلوع ہوئی۔ مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی جمہوریت اور جمہوری عمل کے ذریعے عمل میں لائی گئی، لاکھوں لوگ مارے گئے، لاکھوں لوگ بنگلہ دیش کے کیمپوں میں قیدیوں کی زندگی بسر کر رہے ہیں، کراچی، سندھ، پنجاب، بلوچستان، سرحد میں جمہوری عمل اور ردعمل کے ذریعے اب تک کئی لاکھ لوگ مارے گئے۔ پرویز مشرف کی آمرانہ جمہوریت اور آصف زرداری کی وسیع المشرب جمہوریت کے ذریعے فاٹا، اور صوبہ سرحد میں لوگ دہشت گرد قرار دے کر شہید کر دیے گے، اپنے ہی ملک میں چالیس لاکھ بے گناہوں کو زبردستی ہجرت پر مجبور کر دیا گیا، اپنے ہی وطن میں ہجرت کی کوئی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ یہ جمہوریت کے کمالات ہیں، جمہوریت سرمایہ داری کی آلۂ کار ہے لہٰذا ہر وہ کام جو سرمایہ دارانہ نظام کے غلبے، فروغ، تسلط اور حاکمیت کو ممکن بنا دے خواہ طاقت اور تشدد کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو، اس کا جواز جمہوریت مہیا کرتی ہے اور واحد جواز جمہوریت کا وسیع تر مفاد ہوتا ہے لہٰذا اگر امریکہ کہیں آمریت کی حمایت کرتا ہے تو جمہوریت کے وسیع تر مفاد میں کہ جمہوریت کے ذریعے کہیں امریکہ دشمن اقتدار میں نہ آ جائیں اور سرمایہ داروں اور سرمایہ داری کو خطرہ لاحق نہ ہو لہٰذا سرمایہ دارانہ جمہوریت اور لبرل ازم کے وسیع تر مفاد میں اس آمریت کو عارضی حل کے طور پر قبول کیا جاتا ہے۔ یہ عارضی مدت بہت طویل بھی ہو سکتی ہے آمریت قبول کرنا سرمایہ داری کے فروغ، تسلط اور وسعت پذیری کا جمہوری تقاضا بن جاتا ہے۔ مطلق آزادی اور جمہوریت [absolute freedom & democracy] اگر سرمایہ داری اور جمہوری عمل کے لیے خطرہ بن سکتی ہو تو اسے سرمایہ داری کے وسیع تر مفاد میں طویل ترین مدت کے لیے معطل اور منسوخ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اسی اصول کے تحت مشرق وسطیٰ، انڈونیشیا اور پاکستان میں مطلق العنانیت کو برداشت کیا گیا لیکن اگر یہ مطلق العنان حکومتیں جمہوریت و جمہوری عمل کے مقاصد اور سرمایہ داری کے فروغ میں رکاوٹ محسوس ہوں گی تو اسی لمحے امریکہ اور اقوام متحدہ ان ممالک کے لیے جمہوری حقوق کا ڈھنڈورہ شدت سے پیٹنے لگیں گے۔ اسی اصول کے تحت آزادی اظہار رائے پر پابندی بھی اس آزادی [Freedom] کے

وسیع تر مفاد میں اکثر و بیشتر عائد کی جاتی ہے اسی لیے کسی امریکی سپاہی کی لاش کی رسمِ تدفین دنیا کے کسی ٹی وی پر نہیں دکھائی جاسکتی کیونکہ ان لاشوں اور ماتم گزار سوگواروں کو دیکھ کر موت کا خوف امریکی عوام پر طاری ہوسکتا ہے، رائے عامہ امریکہ کے خلاف ہوسکتی ہے اور سپاہی فوج سے بغاوت کرکے میدان جنگ سے کوچ کرسکتے ہیں جس کے نتیجے میں عالمی سرمایہ دارانہ نظام کے محافظ امریکہ کی قوت میں کمی ہوسکتی ہے اس قوت کو برقرار رکھنے کے لیے جو نظام سرمایہ داری کے لیے ضروری ہے۔ آزادی اظہار رائے پر قدغن عائد کرکے ابلاغ عامہ کے اداروں کو امریکی سپاہیوں کی رسم تدفین دکھانے سے روک دیا گیا، یہ عمل بنیادی حقوق کی نفی اور انکار نہیں بلکہ بنیادی حقوق کے دائرے کو وسیع کرنے کے لیے ایک تسلیم شدہ مسلمہ حکمت عملی ہے۔ اس عارضی پابندی کے نتیجے میں مستقبل میں آزادی اظہار رائے کے دائرے کے وسیع ترین ہونے کا امکان ہے کیونکہ یہ آزادی بنیادی حقوق جمہوریت اور سرمایہ دارانہ نظام کے ذریعے ہی مل سکتی ہے اور اس نظام کی حفاظت کی ذمہ داری صرف اور صرف امریکہ پر ہے اگر اس وقت آزادی اظہار رائے کی اجازت دے کر تدفین کی رسومات دکھائی گئیں تو امریکی عوام پر منفی اثر پڑے گا جس سے نظام سرمایہ داری کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے لہٰذا وسیع تر مفاد کا تقاضا اس وقت عارضی طور پر پابندی ہے۔ عموماً اسلامی مفکرین امریکہ کے بظاہر بنیادی حقوق سے منافی رویوں کو اس کی منافقت اور دوغلا پن سمجھتے ہیں حالانکہ بنیادی حقوق کے فلسفے اور ان کے منہاج سے واقف شخص جانتا ہے کہ امریکہ اور مغرب کا رویہ بنیادی حقوق کے عین مطابق ہے اس میں کوئی تضاد نہیں ہے، اسی فلسفے کے تحت ۱۰ کروڑ سرخ ہندیوں کو امریکہ میں قتل کیا گیا یہ انسانی حقوق کے عین مطابق رویہ تھا۔ سرخ ہندی [Red Indian] روایات اور دیو مالا کے اسیر تھے وہ زندگی کا مقصد سرمایہ کمانے کو نہیں سمجھتے تھے لہٰذا وہ انسان نہیں، درندے تھے انہیں اس طرح مار دینا جائز تھا جس طرح جانوروں کو ہلاک کیا جاتا ہے، جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ ایسا کرکے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کررہا ہے وہ مطلق جاہل ہیں ایسا کرنا بنیادی حقوق کے فلسفے کا عین تقاضا ہے۔ مغرب کے بڑے فلاسفہ نے ریڈ انڈین کے بارے میں جو کچھ زہر اگلا ہے اس کا مطالعہ کرلیا جائے تو حقیقت واضح ہوجائے گی۔

دنیا بھر میں جمہوریت کے نام پر جو قتل عام ہوا ہے اگر اس کا حساب لگالیا جائے تو رونگٹے کھڑے ہوجائیں گے۔ بھارت میں انتخابات کے موقع پر جو قتل ہوئے ہیں ان کا شمار نہیں، جمہوریت اور بے رحمانہ قتل عام [Genocide] جمہوریت اور جرائم، سفاکی، درندگی، بہیمیت، خونخواری، آگ اور

☆عام کی تخصیص نیت کے ساتھ دیانۃً مقبول ہوتی ہے نہ کہ قضاءً☆

خون لازم وملزوم ہیں اور ان کا نتیجہ ایک ارب پچھتر کروڑ انسانوں کے لاشے اس کی تفصیل ۲۰۰۵ء میں کیمبرج یونیورسٹی سے شائع ہونے والی مائیکل مین کی کتاب The Dark Side of the Democracy میں پڑھی جاسکتی ہے۔ جناب ذاکر نائیک صاحب Paul Kivel کی کتاب(۱) کا مطالعہ کرلیں تو انھیں اس جدید، جعلی، تباہ کن، مہلک، خطرناک انسان اور مذہب دشمن جمہوریت کی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔ وہ www.paulkivel.com کی ویب سائٹس سے جمہوریت کے موضوع پر بے شمار کتابوں، دستاویزات، فلموں اور اعداد وشمار کا انبار اکٹھا کرسکتے ہیں۔

فرید زکریا صدر بش کے مشیر خاص ہیں جنھوں نے اپنی کتاب Future of Democracy میں لکھا ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت امریکہ میں کانگریس اور سینیٹ میں موجود منتخب نمائندوں کے پاس حاکمانہ اختیارات کا صرف دس سے پندرہ فی صد حصہ ہے بقیہ اختیارات لابیوں، پریشر گروپوں، ملٹی نیشنل کمپنیوں اور سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں ہیں۔ امریکہ میں ایک صدارتی انتخابات ہارنے کے لیے امیدوار کو کروڑوں ڈالر خرچ کرنے پڑتے ہیں، صدارتی امیدوار بھی اس کو بنایا جاتا ہے جو اپنے الیکشن کے لیے زیادہ سے زیادہ سرمایہ اکٹھا کرسکے۔ Capitalism کے بغیر ڈیموکریسی کا پہیہ نہیں چلتا لہٰذا اس وقت اصلاً دنیا میں سرمایہ داری، انتخابات اور سیاسی جماعتوں کا پہیہ چلا رہی ہے۔ ملٹی نیشنل کارپوریشن عہد حاضر کی سیاست، انتخابات اور سیاسی عمل کو ممکن بنانے کے لیے سرمایہ مہیا کررہے ہیں اور سرمایہ داروں کی طاقت کے سامنے سیاسی جماعتیں اور پارلیمنٹ نمک کی طرح تحلیل ہورہے ہیں اور دنیا عالمی سرمایہ داری، ان کی کارپوریشنز، ان کے مسلط کردہ غیر منتخب عالمی اداروں WTO، ISO 2000، IMF، WB، UNO وغیرہ کے رحم وکرم پر ہے، ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری کے الفاظ میں:

In post-modern capitalism it is the state which captures the party and not vice versa.[2]

Imperialism must [at least partially] de-soverignise national

1. Paul Kivel, *You Call this a Democracy? Who Benefits, Who Pays and Who Really Decides?* New York: The Apex Press, 2004.

2. Javed A. Ansari, *The Living Death of West European Democrecy,* in Market Foress, April 2008, Vol. 4, No. 1, p.6.

parliments to ensure universal application of capitalist Law.[1]

ورلڈ بینک کے گڈ گورنس لٹریچر ۱۹۹۹ء کے مطابق:

In third world countries Western funded NGOs plus "Impartial" courts ensuring the rule of the law of capital=democracy.[2]

اس نقطۂ نظر کی بلیغ ترین ترجمانی ۲۰۰۳ء میں ورلڈ بینک کے اہم کارندے Amy Chua نے علمی طور پر پیش کی ہے۔

یہ بات حد درجے قابل لحاظ ہے کہ جمہوریت میں فیصلے جمہور [People] نہیں پارلیمنٹ اور وزیر نہیں غیر منتخب [Non elected] قومی اور عالمی استعماری ادارے کرتے ہیں مثلاً بیوروکریٹ، سرمایہ دارانہ اقلیت، فلاسفہ IMF، World Bank، UNO، ISO 2000، ورلڈ اکنامک فورم، WTO، Kyotoprotocol، اسٹاک ایکسچینج، منی مارکیٹ، کیپیٹل مارکیٹ، فری ٹریڈ پارلیمنٹ، عدلیہ، بیوروکریسی، وغیرہ جیسے ادارے اور معاہدے عوامی رائے سے نہیں سرمایہ دارانہ اقلیت [Capitalist minority] اور سرمایہ دارانہ تعقل [Capitalist Rationality] کے علمبردار شرافیہ کی مرضی سے لوگوں پر ان کے نام نہاد عوامی نمائندوں یعنی کونسلر، اراکین اسمبلی، اراکین سینٹ کے ذریعے مسلط کیے جاتے ہیں ان اداروں کا مقصد صرف اور صرف:

Colonization of the state by the universalization of market decision making practices and the necessary de-legitimation of majoritarian [Popular democratic] decision making that it entails.[3]

سرمایہ دارانہ تسلط کی عالمگیریت کے باعث اب یوروپی ممالک کی کابینہ کے وزراء کے پاس کوئی اختیارات نہیں رہے ہیں، ان جمہوری نمائندوں پر غیر منتخب عالمی اداروں کے فیصلے مسلط کیے جاتے ہیں:

That decision making by non majoritarian institutions enjoys greater procedural legitimacy than the decisions of west European national Cabinets because decisions by non majoritarian public institutions follow due process of law [of capital] and allow access to stake holders.[4]

1. Ibid., p. 5. 2. Ibid. 3. Ibid. 4. Ibid.

لہٰذا Thatcher and Sweet نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ:

Non majoritarian institutional [market modeled] decision making provides a democratically superior alternative to partisan majoritarian decision making by Cabinets.[1]

جمہوریت میں جمہور [people] کی حیثیت:

اس وقت دنیا میں لوگوں کی قسمت کے تمام فیصلے غیر منتخب ادارے [Non elected Institutions] کر رہے ہیں اور ان اداروں کے فیصلوں کو عوامی نمائندے، منتخب لوگ، دنیا کی تمام پارلیمنٹ، سینٹ بخوشی قبول کر رہے ہیں کیونکہ سب سرمایہ دارانہ نظام کے خادم اور غلام ہیں، امریکہ جسے دنیا کی طاقت ور ترین جمہوریت کہا جاتا ہے وہاں کانگریس اور سینٹ جیسے منتخب ایوانوں کے پاس اقتدار کا صرف دس سے پندرہ فیصد حصہ ہے بقیہ پچاسی فیصد اقتدار پریشر گروپس، لابیز اور سرمایہ دارانہ اقلیت اور کثیرالاقوامی کارپوریشنز [capitalist minority and corporations] کے پاس ہے، اس کی تفصیل صدر بش کے مشیر نیوز ویک کے مدیر فرید زکریا کی کتاب *The Future of Freedom* میں پڑھی جاسکتی ہے، جب ہم نظام سرمایہ داری کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم سوشلزم یا کمیونزم کے حامی ہیں کیونکہ یہ دونوں نظام بھی سرمایہ داری کی دو مختلف شکلیں ہیں، سرمایہ داری، کمیونزم، سوشلزم، نیشنل ازم، لبرل ازم، انارکزم، مسولینی و ہٹلرازم، سوشل ویلفیئر ازم ، سب ایک ہی نظام کے چٹے بٹے ہیں، ان تمام نظاموں کا بنیادی مقصد ہر فرد کو آزاد کرنا، اسے تمتع فی الارض کے زیادہ سے زیادہ قابل بنانا کہ انسان ایک لذت حاصل کرنے والا جانور ہے اور لذت ہی اصل مقصد زندگی ہے لہٰذا تمام علوم، فنون، سائنس اور سوشل سائنس کا مقصد صرف اور صرف انسانی لذتوں میں اضافہ اور مسلسل اضافہ ہے اور سرمایہ دارانہ، لبرل، مارکسی، سوشلسٹ، کمیونسٹ، نیشنلسٹ انقلاب کا مطلب صرف یہی ہے کہ انسان یا طبقہ یا نوع، یا قوم یا فرد دنیاوی نعمتوں سے کس قدر تمتع کرسکتا ہے لہٰذا معیار زندگی کو [standard of living] مسلسل بلند کرنا ان تمام نظاموں کی مشترکہ مابعدالطبیعیات کا حصہ ہے یہ انسان کو جانور کی سطح سے بھی نیچے گرادیتے ہیں اور اس کی خواہش نفس حرص وحسد وہوس میں اضافے کے

1. Ibid.

لیے سائنس وسوشل سائنس کے جادوگروں سے کام لینے کی کوشش کرتے ہیں۔عہد جدید کے تمام ممالک تمام جدید سیاسی نظریات، تمام جدید سیاسی نظام کی مابعد الطبیعیات صرف اور صرف تمتع فی الارض کو عوام کے لیے زیادہ سے زیادہ ممکن بناتا ہے، سرمایہ داری اور کمیونزم میں اختلاف صرف طریقوں کا ہے کہ تمتع فی الارض کے لیے فرد یا ریاست ، معاشرت، معاشرے اور حکومت ، پیداوار، ذرائع پیداوار اور اسباب و وسائل کی تقسیم وتنظیم کا عمل کیسے ہو ان امور میں جزوی اختلافات اصلاً طریقہ کار لائحہ عمل کے اختلافات ہیں اصول [basic princple] اور ایمان [belief] کے اختلافات نہیں ہیں کیوں کہ تمام ازم [isms] انسان کی حرص وحسد وہوس کے مطابق زندگی کی تعمیر کو ممکن بنانے پر مشترکہ اور متفقہ ایمان رکھتے ہیں۔معیار زندگی کا مطلب ہے زیادہ سے زیادہ کھانا پینا پہننا عیش کرنا صَرف کرنا [consumption] اسراف کرنا لذت حاصل کرنا جو سرمایہ کے بغیر ممکن نہیں ہے لہٰذا پیسہ کمانا ہی اصل مقصد حیات ہے کیونکہ لذت اور سہولت صرف سائنس وٹیکنالوجی کے ذریعے نہیں بلکہ سرمایہ کے ذریعے ملتی ہے اور آزادی جو محض ایک تصور ہے اصلاً کچھ نہیں وہ سرمایے کے بغیر نہیں ملتی جو زیادہ freedom چاہتا ہے اسے زیادہ capital چاہیے آزادی کا کوئی تصور سرمایے کے بغیر بے معنیٰ ہے جس کے پاس زیادہ سرمایہ ہے وہ زیادہ آزاد ہے purchasing power یعنی آزادی صرف مارکیٹ کے ذریعے یعنی سرمایہ Capital کے ذریعے اپنی طاقت کا آزادانہ اظہار کرتی ہے۔اس کے سوا آزادی کے کوئی معانی نہیں اس مسلسل جدوجہد کا مقصد ارتکاز سرمایہ، مال جمع کرنے کے سوا کچھ اور نہیں رہتا اور انسان قرآن کے الفاظ میں: جمع مالاً عدده يا الهكم التكاثر کی عملی تفسیر بن جاتا ہے۔کیونکہ معیار زندگی ایک اضافی یعنی غیر متعین relative term اور متغیر اصطلاح ہے جس کی تعریف طے کرنا ممکن نہیں ۔کبھی بھی یکساں معیار زندگی ہر فرد کو حاصل نہیں ہوسکتا لہٰذا سرمایہ داری، کمیونزم، نیشنل ازم کبھی کامیاب ہی نہیں ہوسکتے لیکن ان کی اصل کامیابی یہ ہے کہ ناکام ہونے والے لوگ معیار زندگی بلند کرتے ہوئے اور حرص وحسد وہوس کے جذبات کو ہی ایمان سمجھتے ہیں اور شکست پر شکست کے باوجود اس ایمانیات، عقیدے اور مابعد الطبیعیات سے دستبردار نہیں ہوتے، اس تصور کے فریب مسلسل میں مبتلا رہتے ہیں، اگر سوشلزم کمیونزم کو روس چین میں شکست ہوتی ہے تو یہ فوراً لبرل کیپٹل ازم کو اختیار کرلیتے ہیں، اگر وینزویلا کیوبا وغیرہ میں لبرل کیپٹل ازم شکست کھاتا ہے تو یہ ممالک فوراً سرمایہ داری کی دوسری شکل نیشنل ازم، کمیونزم وسوشل ازم کی آغوش میں چلے جاتے ہیں، اگر فرانس، جرمنی، اور مشرقی یورپ میں

سوشلزم کو شکست ہوتی ہے تو یہ سوشل ڈیموکریسی اور ویلفیئر ازم کے دائرے میں چلے جاتے ہیں، ہر جگہ سے شکست ہوتی ہے تو یہ نیشنل ازم، ریس ازم، انارکزم کے دائرے میں آجاتے ہیں ان کا سفر دائرے کا سفر ہے اور اس دائرے کی مابعد الطبیعیات تمتع فی الارض، تسخیر کائنات، عیاشی، حرص وحسد وہوس اور نفس کی خدائی سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہو جاتی ہے۔ سرمایہ داری کی جدید مذہبی شکلیں پروٹسٹنٹ ازم، کیتھولک ازم ہندوتوا، اسلامک نیشنل ازم، اسلامک پان ازم، اسلامک انٹرنیشنل ازم اور اسلامک سائنس ہیں۔

ذاکر نائیک صاحب یہ نہیں بتاتے کہ اگر جمہوریت عین اسلام، عین حق اور عالمگیر قدر ہے تو مغربی یورپ، امریکہ، جاپان بلکہ دنیا بھر میں سیاسی عمل، جمہوری انتخابات اور سیاسی پارٹیوں سے لوگوں کی دوری کیوں بڑھتی جارہی ہے؟ سیاسی جماعتیں کیوں سکڑ رہی ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ منصوبہ سازی کے امور عالمی استعماری اداروں کے باعث سیاسی جماعتوں کے دائرۂ کار سے باہر ہوگئے ہیں، قومی سیاسی جماعتیں قومی و بین الاقوامی امور کے بجائے گلی محلوں کی سطح کے مسائل تک محدود ہوتی جارہی ہیں، اکثر سیاسی جماعتیں کسی نعرے، جذبے، کسی گرماگرم موضوع [hot issue] جو اکثر منفی [negative] ہوتے ہیں اور یک نکاتی پروگرام [One Point Agenda] پر زندہ ہیں، NGO کا اثر بڑھ رہا ہے، سیاست داں سیاست ترک کر رہے ہیں، عوامی نمائندگی یعنی جمہوریت کے نام پر سرمایہ دارانہ استعماری تسلط [Capitalist Imperialism] اب اپنے خالق جمہور [Public] اس کے دائرے ریاست [Republic] انسان کی خود مختاری [Autonomus being]، حاکمیت جمہور [Dictatorship of people] کے سنہرے مگر جھوٹے دعوؤں کو خود نگل رہا ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد مغربی یوروپ میں امریکہ سے زیادہ رائے دہندگان [Voters] انتخابات میں حصہ لیتے تھے لیکن اس تعداد میں اَسّی کی دہائی تک چار فیصد کمی ہوگئی ۶۰ سے ۹۰ کے عشرے تک آسٹریلیا، ڈنمارک، فن لینڈ، فرانس، جرمنی، آئس لینڈ، آئر لینڈ، اٹلی، لکسمبرگ، سویڈن، سوئٹزرلینڈ اور برطانیہ میں انتخابی عمل میں شریک ہونے والے رائے دہندگان کی تعداد میں دس فی صد کی حیرت انگیز کمی ہوئی۔ اکیسویں صدی کے اولین سالوں میں برطانیہ، ناروے، پرتگال، اسپین، یونان، آسٹریا اور فن لینڈ میں رائے دہندگان کی تعداد خطرناک حد تک کم ہوگئی۔ نائیک صاحب ان اعداد و شمار کے سلسلے میں:

[1] M. Franklin, "*The Dynamics of Electoral Participation*, in *Campaign Democracies*", [et. all, ed. Le Dac p.], London: Verso, 2004.

[2] P. Morris, *Democratic Phoenix*, London: C.U.P, 2001.

[3] R. Dalton, *Parties Without Partisans*, Oxford: O.U.P, 2000.

[4] P. Mair, "*Aggregate Mass Electoral Behaviour in Western*

Europe", in *Contemporary European Politics*, [ed., L. Keen], London: Croon Helm, 2002, pp. 40-71.

ناروے، اٹلی، نیدرلینڈ، برطانیہ، سویڈن، جرمنی، میں سیاسی جماعتوں کے اراکین کی تعداد میں پچاس فیصد کمی ہوئی ہے، ۲۰۰۰ء کے انتخابات میں فرانس میں سیاسی جماعتوں کے اراکین کی صرف تین فی صد تعداد نے حصہ لیا۔ فرانس میں سیاسی جماعتوں کی رکنیت کی شرح ستر فی صد تک کم ہوگئی ہے، ۲۰ لاکھ سے زیادہ لوگ سیاسی پارٹیاں چھوڑ گئے ہیں۔ اٹلی میں بھی ۲۰ لاکھ لوگوں نے سیاسی جماعتوں سے علیحدگی اختیار کرلی ہے، ان اعداد وشمار کے سلسلے میں Mair کا مضمون دیکھا جاسکتا ہے جو مشہور کتاب *Contemporary European Politics* میں شامل ہے۔

بنیادی حقوق اور جمہوریت: منتخب کتابوں کی ایک فہرست:

بنیادی حقوق اور جمہوریت کے بارے میں خود مغرب کے فلاسفہ ومفکرین کیا کہتے ہیں، وہ ان اقدار کو عالمگیر اور زماں ومکاں سے ماورا نہیں سمجھتے نائیک صاحب ان کتابوں کا مطالعہ فرمالیں تو جمہوریت کی غیر مشروط حمایت سے تو کم از کم دستبردار ہوہی جائیں گے:

[1] Peter Singe , *The Limits of Democracy.*

[2] Vali Reza Nasr , *The Rise of Muslim Democracy,* Journal of Democracy, Volume 16, Number 2, April 2005, pp.13-27.

[3] Robert A. Dahl, *Democracy and its Critics,* New Haven & London: Yale University Press, 1989 .

[4] Richard Rorty, *The Priority of Democracy to Philosophy: Objectivity, Relativism, and Truth,* Philosophical papers, Volume 1, Cambridge: Cambridge University Press, 1991.

[5] Michael J. Sandel [ed.], *Liberalism and its Critics,* Basil Blackwell, 1984.

[6] Michel Mann:*The Dark Side of Democracy: Explaining Ethnic Cleansing.* Cambridge: Cambridge University Press, 2005.

[7] John Gray, *Post-Liberalism: Studies in Political Thought.* Routledge, 1993.

[8] Robert A. Dahl, Chapt 8, "*Dilemmas of Pluralist Democracy: The public good of which public?*" in *Individual Liberty and Democratic Decision- Making* [ed. Peter Koslowski], Tubingen, 1987.

[9] Michel Foucault, *Discipline and Punish: the Birth of the Prison,* New York: Random House, 1975.

[10] Herbert Marcuse, *One Dimensional Man: Studies in the*

Ideology of Advanced Industrial Society, Boston: Beacon Press 1991.
[11] Fareed Zakaria, *The Future of Freedom: Illiberal Democracy at Home and Abroad*, W.W. Norton & Company, 2003, p. 177.
[12] Hannah Arendt, *"What Is Authority?"* in *Between Past and Fiture.* New York: Penguine, 1968.
[13] Hannah Arendt, Chapt. 12, "*The Revolutionary Tradition and its Lost Treasure,*" in *Liberalism and its Critics,* [ed., Michael J. Sandel], Basil Blackwell, 1984, pp.239-263.
[14] Roxanne L. Euben, *Enemy in the Mirror: Islamic Fundamentalism and the Limits of Modern Rationalism.* Princeton: Princeton University Press, 1999.
[15] James Good and Irving Velody[ed.], *The Politics of Postmodernity,*. Cambridge: Cambridge University Press , 1998.
[16] Michael Walzer, *Sphers of Justice: A Defense of Pluralism and Equality,* Basic Books, reprint [1990] [first published in 1983].
[17] Jürgen, Habermas, *The Philosophical Discourse of Modernity,* [Tr. by Frederick Lawrence], Cambridge: The MIT Press, 1987.
[18] J. Rawls: *Law of the People: "The Idea of Public Reason Revisited."* Cambridge, Massachusetts: Harvard University Press, 1999.
[19] J. Rawls: *Political Liberalism*: The John Dewey Essays in Philosophy, 4. New York: Columbia University Press, 1993.
[20] J. Rawls: *A Theory of Justice,* Cambridge: Belknep Press, Harvard University Press, 1971.
چارلس ٹیلر، سانڈل میکنٹائر و الزر انسانی حقوق کو Abstract خاص تصورِ خیر سے اخذ شدہ سمجھتے ہیں ان کے خیال میں Value neutral نہیں ہیں۔
[21]Alasdair MacIntyre, *After Virtue: A Study in Moral Theory,* London: Gerald Duckworth and Co. Ltd., 1981.
[22] M. Sandel., *Liberalism and the Limits of Justice,* Cambridge: Cambridge University Press, 1982.
[23] Will Kymlicka, *Liberalism, Community and Culture,* Oxford: Clarendon paperbacks, 1989.
[24] Joseph Raz, *The Morality of Freedom,* Oxford: Clarendon Paperback, 1986.

☆یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا☆(فقہی ضابطہ)

[25] Michael Walzer, "*Philosophy and Democracy*" in *Political Theory*, 9/3 1981, pp. 379-99.

[25]Charles Taylor, *Sources of the Self: The Making of the Modern Identity*, Cambridge: Cambridge University Press, 1989, p. 89.

Which (Good) defined the Right 89

نائیک صاحب کو اس بات کا بھی جائزہ لینا چاہیے کہ: Structuralism، Romanticism، Phenomenology، Nihilism، Existentialism، Hermeneutics، Marxism، Critical Theory کے جدید فلسفیانہ افکار نے جمہور عالم پر کیا اثرات مرتب کیے اور جمہوریت کے بدلتے ہوئے رویوں کے مابین کیا تال میل ہے؟ یا ان افکار نے جمہوری دہشت گردی کو اور زیادہ مہلک بنانے میں کیا کردار ادا کیا ہے؟ دنیا میں جہاں جہاں جمہوریتیں ہیں وہاں درندگی، شیطانیت اور بہیمت کا رقص سب سے زیادہ شدید کیوں ہے؟ کیمبرج یونیورسٹی سے شائع ہونے والی مائیکل مین کی کتاب *The Dark side of the Democracy* اس راز سے پردہ اٹھاتی ہے جب سے دنیا میں شیطانی جمہور کا زمانہ آیا ہے ایک ارب پچھتر کروڑ انسان اس جمہوری دور میں ہلاک کیے گئے ہیں تاریخ کا بدترین قتل عام کرنے والے جدید انسان کے ہاتھوں جدید جمہوریت تاریخ کا بدترین باب ہے، ذاکر نائیک صاحب اس کتاب کا مطالعہ بھی فرمائیں تو جمہوری دہشت گردی کی انسانیت کا حقیقی چہرہ واضح ہو سکے گا۔ ذاکر نائیک صاحب یہ بھی بتائیں کہ جدید جمہوری ریاستوں کے کتنے صدر اور کتنے وزیر اعظم اپنے ملک کے دفاع کے لیے میدان جنگ میں گئے اور دفاع وطن کے لیے جان قربان کر دی؟ آج تک کسی جمہوری صدر اور وزیر اعظم کی موت میدان جنگ میں نہیں ہوئی۔ ان کے بچے، خاندان، کبھی دفاع وطن میں یا کسی اور اعلیٰ مقصد کے لیے موت کی آغوش میں نہیں گئے لیکن دنیا کی تاریخ کے تمام بادشاہ اپنے نظریات کے دفاع، اور سرحدوں کی حفاظت کے لیے اپنے لہو کا پرچم اپنے ہاتھوں میں تھام کر میدان موت میں اترے، اپنی زمین کا دفاع کیا اور اس جنگ میں سب سے پہلے بادشاہ پھر اس کے خاندان کے لوگ جان قربان کرتے رہے، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ میدان جنگ میں امت کی قیادت فرماتے تھے۔ کوئی جمہوری وزیر اعظم میدان جنگ میں لڑنے مرنے کیوں نہیں جاتا ایسے بزدل لوگوں کی جمہوریت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تشبیہ دینا نہایت نامناسب رویہ ہے۔